پیدائش مسیح

تحریر و تحقیق ڈاکٹر قمر زمان

قصہ مریم و مسیح میں ایک تو مذہبی پیشوائیت کا انکار ملے گا اور دوسرے سیدنا مسیح کی الوہیت یا مافوق البشری حیثیت کی نفی ملے گی۔ اور مریم بطور ایک فکر اور نظریہ جس کے حوالے سے ابن مریم کی اصطلاح اسی انداز سے استعمال ہوئی ہے جس انداز سے "ابن سبیل" یا "بنی اسرائیل" کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ یعنی "مریم" دراصل لقب تھا اسی لئے ہر وہ شخص جو مریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو ابن مریم کہلوانے کا حقدار ہے۔

سورۃ الصفات آیت نمبر ۱۵۲ میں وَلَدَ اللّٰهُ سیدنا مسیح کے حوالے سے نہیں بلکہ ایک عام روش کا بیان ہے۔ اور سیاق و سباق میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کے لئے یہ عقیدہ بنایا گیا تھا۔

مریم کا مادہ "ر ی م" ہے جس کے معنی مہربانی بہتات خوشحالی اور مروت کے ہیں۔ مریم کا وزن "مَفۡعَلۡ" کا وزن جیسے مَشۡعَلۡ ، مَنۡظَرۡ ، مَقۡتَلۡ ، مَکۡتَبۡ اور اس وزن سے بنے الفاظ میں ایک چیز کا تصور ابھرتا ہے جس سے لفظ کے بنیادی مادہ کے نافذ ہونے اور اس سے استفادہ حاصل کرنے کا مفہوم سامنے آتا ہے۔

مَشۡعَلۡ وہ چیز ہے جس سے روشنی حاصل ہو، ، مَنۡظَرۡ وہ عکس ہے جس سے کسی تصویر کا تصور سامنے آئے، ، مَقۡتَلۡ وہ جگہ ہے جہاں قتل کا عمل کیا جائے مَکۡتَبۡ وہ جگہ ہے جہاں پر پڑھنے پڑھانے کا عمل ہو۔

اسی وزن پر "ر ی م" سے مریم یعنی وہ جگہ جہاں پر مہربانی، خوشحالی، بہتات، اور مروت پائی جائے۔ جس کو اگر ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو "رحمت" کہیں گے جو "مریم" کا خاصہ ہے۔

سیدنا مسیح کے معجزات پر بحث کرنے سے پہلے دو اساسی اصول جو اللہ نے اپنی سنت کے حوالے سے بیان فرمائے ہیں ان کا اعادہ کر لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے قرآن کے حوالے سے ملاحظہ

فرمایا کے اللہ کی سنت غیر متبدل ہے۔ خواہ کائناتی حوالے سے ہو یا انسانی حوالے سے اور کیونکہ انسان کی تخلیق بھی اللہ کی ایک سنت ہے اس لئے اس سنت میں بھی تبدیلی نہیں۔ اختصار کے لئے صرف تین آیات ہی پیش خدمت ہیں۔

۱۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۷)

۲۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۲)

۳۔ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (سورۃ الفاطر آیت نمبر ۴۳)

یعنی اللہ کی سنت کبھی بھی نہ ہی مکمل طور پر اور نہ ہی جزوی طور پر تغیر پذیر ہے اور نہ ہی نتائج کے مختلف ہونے کا امکان ہے۔ اور کیونکہ انسان کی پیدائش کے تمام مراحل، یعنی نطفہ سے لیکر حمل اور وضع حمل کے تمام مراحل اللہ کے قوانین اور اللہ کی سنت ہیں اس لئے ان اصولوں میں بھی تغیر نہیں ہونا چاہیئے۔

سیدنا مسیح کے حوالے سے دوسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام تر قصہ مسیح میں سیدنا مسیح کی الوھیت کا انکار ہے اور اس کے لئے قرآن نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ مخاطب کے خود اپنے مسلمات کو اسی کے خلاف حجت قائم کرنا ہے۔ جس کو پچھلے صفحات میں بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ابن مریم کہنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ کسی انسان کا بیٹا ہے نہ کہ اللہ کا پھر الوہیت میں کس طرح شریک ہوا۔ آیئے اب تمام تر سیرت مسیح یعنی سیدنا مسیح کی پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مراحل پر قرآن کے حوالے سے غور کریں۔

سورۃ مریم کا مطالعہ ہم پہلے اس لئے کریں گے کے اس میں سیدنا مسیح کا ذکر شروع سے بیان ہوا ہے۔ جو بذات خود ایک عجوبہ بنا دیا گیا ہے۔ اور دوئم اس وجہ کہ اس میں چند اصطلاحات بھی آئیں ہیں جو قرآن کے فہم میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدائی چھتیس آیات کا مطالع پیش خدمت ہے۔

كهيعص O ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا

یہ تیرے پروردگار کی مہربانی کا بیان ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا

جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز میں پکارا۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا

کہا کے اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئی ہیں اور سر ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے شعلہ مارنے لگا ہے۔

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا

اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو۔ اور میرے پروردگار اس کو خوش اطوار بنائیو۔

يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا

اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے۔
اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا

انہوں نے کہا پروردگار میرے ہاں کس طرح لڑکا پیدا ہوگا جس حال میں میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا

حکم ہوا کہ اسی طرح (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں۔ اور تم کچھ چیز نہ تھے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا

کہا کے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا

پھر وہ عبادت کے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کے صبح وشام (خدا کو) یاد کرتے رہو

یہ وہ ترجمہ ہے جو معمولی فرق کے ساتھ تمام تراجم میں ملتا ہے۔ اس ترجمہ میں غور طلب تو بہت سی باتیں ہیں لیکن کیونکہ موضوع معجزات ہے اس لئے ہم اسی حد تک محدود رہیں گے ورنہ مضمون بہت پھیل جائے گا۔

آیت نمبر ۵ میں سیدنا زکریا ایک وارث طلب کر رہے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا سیدنا زکریا نے زمینوں پر قبضہ کیا ہوا تھا یا یہ کہ وہ بہت بڑے سرمایا دار تھے یا ان کی لمبی چوڑی جاگیر تھی جس کے لئے وہ اپنے نطفہ سے پیدا شدہ بیٹا چاہ رہے تھے۔

نہ صرف اپنی میراث کا مالک چاہ رہے تھے بلکہ آل یعقوب کی بھی چھوڑی جائداد کو اپنی میراث سمجھ کر سب کچھ ایک ایسی اولاد کو دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی بلکہ اس کے پیدا ہونے کی امید بھی نہیں ہے۔

آیت نمبر ۷ میں جب ایک غلام کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو خود ہی سوال کرتے ہیں کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہو گا حالانکہ اس سے پہلے اعتراف کر چکے ہیں کہ میں بڑھاپے کی حد کو پہنچ چکا ہوں یہاں تک کے سر اتنا سفید ہو چکا ہے کہ سفیدی کے سبب سر آگ کی طرح چمکنے لگا ہے اور بیوی بھی بھانج ہے۔(یہاں ایک بات نوٹ کر لیجئے کہ خوشخبری اِبْنٌ بیٹے کی نہیں بلکہ غلام کی دی جا رہی ہے) اور پھر جب خوشخبری مل ہی رہی ہے تو اللہ تعالی کی بات پر یقین نہیں آ رہا الٹا اللہ سے ثبوت کے طور پر نشانی مانگ رہے ہیں۔ آیئے اب چند الفاظ اور ان کے معنی پر بھی بحث ہو جائے تا کہ مزید وضاحت ہو جائے۔

آیت نمبر 4 میں وَهَنَ الْعَظْمُ ۔ العظم کا مادہ "ع ظ م" ہے جس کے معنی عظمت کے اردو میں بھی مستعمل ہیں۔ اسی مادہ سے عظیم ، معظم وغیرہ ہیں جن کے معنی میں عظمت کا پہلو ہوتا ہے۔ دوسرے معنی عظام یعنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں اور تیسرے معنی ہڈیوں کے ہوتے ہیں۔ وَاشْتَعَلَ باب افتعال سے ہے مادہ "ش ع ل" جس کے معنی شعلہ اور اشتعال میں آنا اردو میں بھی معروف ہیں۔ الرَّأْسُ کا مادہ "ر ء س" سر کے ہیں اور اسی مادہ سے ادارے کے سربراہ کو رئیس کہا جاتا ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ خواہش ایک وارث کی کیجا رہی ہے۔ اگر تو مقصد مال و دولت کی وراثت ہے تو کیا یہی انبیاء کا خاصہ ہے کہ جاگیر و جائداد جمع کر کے اولاد کے لئے چھوڑی جائے جس کے پیدا ہونے کی کوئی امید بھی نہیں۔ ایک عام انسان بھی اگر سلیم الفطرت ہوتا ہے تو اپنی اولاد کی

موجودگی میں بھی اتنی جائداد نہیں بناتا کہ اولاد کی اولاد فائدہ اٹھاتی رہے۔ بلکہ وہ انسانیت کے فائدے کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

یقیناً یہ خواہش کسی جاگیر دار، وڈیرے یا سرمایہ دار کی نہ تھی بلکہ یہ خواہش اپنی قوم کے لئے ایک سربراہ کی تھی جو ان کے مشن کو آگے بڑھاتا بلکہ آل یعقوب کی تعلیمات کا بھی وارث ہوتا، اور وہ ضروری نہیں کہ اپنے نطفے سے پیدا شدہ بیٹا ہی ہوتا۔

یہ ایک سربراہ کی خواہش ہے کہ وہ ایسی حالت کو پہنچ چکا ہے جب کہ اسکی عظمت کمزور پڑ رہی ہے اور اس کی قوم کے سردار اشتعال میں آرہے ہیں اور اس کو کوئی ایسا شخص نظر نہیں آرہا جو اسکی ذمہ داری کو سنبھال سکے۔ ایسے وقت میں ان کو خوشخبری ملتی ہے کہ ایک نوجوان ہے جو خود اپنی مثال آپ ہے۔ اور اس جیسا لیڈر پہلے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور اس کی پہچان "یحیٰ" ہے یعنی وہ ایسا شخص ہو گا جو قوم کو حیات دے گا۔ اس کے بعد آیت نمبر ۸ میں زکریا کہتے ہیں 'انی یکون لی غلام' جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے میرے ہاں لڑکا کس طرح پیدا ہو گا۔

اس ترجمہ میں دو خامیاں ہیں ایک تو "انی" اسم ظرف ہے جس کے معنی ہیں کس طرح، کب، کیونکر۔ عمومی تراجم نے اسکا ترجمہ "کس طرح" کیا ہے جو کہ ربط کے لحاظ سے غلط مفہوم ہے۔ اس کا ترجمہ ہو گا "کب" اس لئے کہ جب سیدنا زکریا مایوسی کی حالت میں ایک وارث کی تمنا کرتے ہیں اور انکو بتایا جاتا کہ ایک نوجوان ملے گا تو لازمی طور پر اگلا سوال یہ ہونا چاہئے کہ "کب" ایسا نوجوان آئے گا جو قوم کی سرداری کرے نہ کہ "کس طرح ایسا بیٹا میرے لئے ہو سکتا ہے"، اس لئے کہ وقت گزرتا جارہا ہے وہ خود بھی بڑی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور قوم کے سردار اشتعال میں آرہے ہیں اور ان کی عظمت بھی کمزور پڑ رہی ہے۔

جواب میں کہا گیا "کذلك" جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے "اسی طرح ہو گا" یعنی تم بوڑھے اور تمہاری بیوی بانجھ ہونے کے باوجود لڑکا پیدا کرے گی۔ جو بذات خود ایک عجوبہ ہے۔ لفظ "کذلك" سببیہ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں "اسی وجہ سے" اور ان کے استفسار پر کہ ایسا نوجوان کب آئے گا کیونکہ

میں بوڑھا اور قوم بانجھ ہے، کوئی ایسا لیڈر نظر نہیں آرہا جو سلطنت کی باگ ڈور سنبھالے اس پر مزید ستم یہ کہ قوم کے سردار بھی اشتعال پر اتر آئے ہیں، جواب دیا گیا کہ یہی وجہ ہے کہ اسی حالت میں ایک ایسا نوجوان آئے گا جو قوم کو زندگی بھی عطا کرے گا، جو نرم خو بھی ہو گا اور دلیل یہ دی گئی کہ "وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا" میں تم کو بھی تو پہلے تخلیق کر چکا ہوں جبکہ تم کچھ چیز نہ تھے۔

اگلی آیات میں "ثلث لیال" کی اصطلاح آئی ہے۔ جس کا ترجمہ تین راتیں کیا جاتا ہے۔ اس ترجمے پر سوال ہو گا کہ تین ہی راتیں کیوں چار پانچ کیوں نہیں تین کی کیا حکمت ہے۔ دیکھئے ثلاث کے معنی ہوتے ہیں عوام کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنا اور قرآن کے اب تک کے مطالعہ سے واضح ہو چکا ہے کہ لیل اسی دور ظلمات کو کہا جاتا ہے جب انسانیت پر ظلم و ستم کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جب حکامِ وقت عوام کا خون چوستے ہیں اور ان کے خون پسینے کی کمائی اڑا لیتے ہیں۔

"محراب" کا وزن مفعال کا ہے اور مادہ "ح ر ب" ہے خدا جانے مسجد کے محراب کا معنی کیوں لیا جانے لگا۔ شائد اسی لئے آج مسجدیں لڑائی جھگڑے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ مفعال کے وزن پر بنے الفاظ میں مادہ کے معنی وقت جگہ یا مقصد کے لحاظ سے نفاذ ہوتا ہے۔ مثلاً مشرق وہ جگہ یا مقصد جہاں سے اشراق ہوتا ہے۔ خواہ سورج کا ہو یا تعلیمات کا۔

اسی طرح "محراب" وہ جگہ جہاں جنگ ہو رہی ہو یا جنگ کا وقت یا مقصد جنگ کے حوالے سے بات ہو۔ محراب کا لفظ بھی ظاہر کر رہا ہے کے حالات کس رخ پر جا رہے تھے کہ قوم کے سردار انتہائی مشتعل تھے اور بغاوت پر اتر آئے تھے۔ ایسے وقت میں انکو حکم ہوا کہ قوم سے کہو "أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا" کہ صبح و شام جدوجہد میں لگے رہو۔

ویسے تو اوپر دیے گئے عمومی ترجمے پر اعتراضات سے ہی بات واضح ہو گئی ہے لیکن آپ کی خدمت میں سلیس ترجمہ پیش کرتے ہیں تاکہ ترجمہ فہم اور مقصد کے لحاظ سے مربوط ہو۔

یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان ہے جو اس کے بندے زکریا پر ہوا۔ جب اس نے اپنے پروردگار کو دبی آواز میں پکارا اور کہا کہ اے میرے پروردگار میری عظمت کمزور پڑ گئی ہے اور قوم کے رئیس

بسبب بڑھاپے کے اشتعال میں آگئے ہیں اور میرے رب میں نے کبھی تیری دعوت میں کوتاہی نہ کی۔ اور میں اپنے بعد اپنے ولیوں سے ڈرتا ہوں۔ میری قوم بھی بانجھ ہے پس مجھے اپنے پاس سے ایک ولی عنایت فرما، جو میری اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اس کو راضی بنانا۔

اے زکریا ہم تجھ کو ایک نوجوان کی بشارت دیتے ہیں جس کی پہچان یحیٰ (حیات آفرینی) ہوگی۔ اس سے پہلے ہم نے اس طرح کا اسم با مسمّیٰ انہیں مقرر کیا۔

کہا اے میرے رب میرے لئے کب ایسا غلام ہوگا اور میری قوم ایسے اشخاص کو پیدا کرنے کے لائق نہیں اور میں قوم کی سرکشی کے باعث بوڑھا ہو گیا ہوں۔

کہا یہی وجہ ہے کہ تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ لڑکا نرم خو ہے اور تجھے بھی تو اس سے پہلے مقرر کیا تھا جب کہ تو بھی تو کوئی چیز نہ تھا۔

کہا اے میرے رب میرے لئے کوئی حکم مقرر کر۔

کہا تیرے لئے حکم ہے کہ انسانیت پر مظالم کرنے والوں کی باتوں پر قطعاً کان نہیں دھرے گا۔ پس وہ محراب (میدان جنگ) سے نکل کر اپنی قوم کی طرف آیا اور کہا کہ صبح و شام جدوجہد میں لگے رہو۔

اس ترجمہ میں آپ کو محسوس ہوگا کہ "امراۃ" کا ترجمہ عورت کے بجائے قوم کیا گیا ہے۔ اس جگہ امراۃ بطور تشبیہ استعمال ہوا ہے قوم کو اس وقت بانجھ کہا جاتا ہے جب اس میں زندگی کی کوئی بھی رمق نہیں ہوتی۔ آج پاکستانی قوم بھی بانجھ ہو گئی ہے کہ دور دور تک کوئی لیڈر نظر نہیں آرہا اور ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا اسمیں کوئی لیڈر بھی پیدا نہی ہوا۔ ہر قبیلہ ریاست کا باغی ہو رہا ہے۔ اس قوم سے حیات آفرینی ختم ہو گئی ہے۔ ہر طرف چور اور ڈاکو نظر آرہے ہیں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم

ہے۔ جس کا بس چلتا ہے سربراہان مملکت کی چاپلوسی کر کے اپنا الو سیدھا کر لیتا ہے۔ یہی حال سیدنا زکریا کی ریاست کا تھا۔

آیئے آگے مطالعہ کرتے ہیں۔ آیات ۱۲ سے ۱۵ تک اس لیڈر کی بات کی گئی ہے جو سیدنا زکریا کو ملا۔

اے یحیٰ کتاب کو قوت کے ساتھ پکڑے رکھو۔ اور ہم نے اس کو نوجوانی میں حکومت عطا کی۔ وہ ہمارے مطابق شفیق مزکیٰ اور متقی تھا۔ اور اپنے والدین کے ساتھ نیک تھا وہ تکلیف دینے والا نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلامتی جب وہ پیدا ہوا، جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ پھر اٹھایا جائے گا۔

ان آیات میں کوئی خاص دقت طلب الفاظ نہیں ہیں۔ یہ اس لیڈر کی صفات کا بیان ہے جو زکریا کے بعد ان کے اور آل یعقوب کے وارث بنے۔ آیئے اب اصل موضوع یعنی سیدہ مریم اور سیدنا مسیح کے قصے کی طرف۔ سورۃ مریم کی آیات ۱۶ سے لیکر ۳۶ تک محیط اس قصے کو کس انداز سے عمومی ترجم میں بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۶۔ اور کتاب میں مریم کا ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔

۱۷۔ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۱۸۔ مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔

۱۹۔ اس نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا یعنی فرشتہ ہوں اور اسلئے آیا ہوں کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔

۲۰۔ مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہو گا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔

۲۱۔ (فرشتہ نے کہا) یوں ہی (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے۔(اور میں اسے اسی طریق پر پیدا کرونگا) تاکہ اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت اور (مہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔

۲۲۔ تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لیکر دور جگہ چلی گئیں۔

۲۳۔ پھر درد زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔

۲۴۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے انکو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

۲۵۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

۲۶۔ تو کھاؤ پیئو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے خدا کے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہر گز کلام نہیں کروں گی۔

ترجمہ فتح محمد جالندھری

یہ ہے وہ عمومی ترجمہ جو معمولی فرق کے ساتھ سب تراجم میں ملتا ہے۔ آیئے اس ترجمہ سے جو حاصل ہوا اس پر غور کرتے ہیں۔

۱۔ سیدہ مریم نے ایک ایسے مکان کی طرف نقل مکانی کی جو مشرق میں تھا۔

۲۔ وہاں ایک فرشتہ آیا جو انسانی شکل میں تھا۔

۳۔ اس کے باوجود کہ وہ متقی بھی ہو تو بھی سیدہ مریم نے رحمان کی پناہ طلب کی۔

۴۔ فرشتہ نے اپنے آنے کا مقصد ایک غلام کا عنایت کرنا بتایا جو کہ مزکی تھا۔

۵۔ سیدہ مریم نے ایک غلام کو قبول کرنے سے تعجب کا اظہار کیا اس لئے کہ ان کو نہ تو کسی بشر نے چھوا اور نہ ہی وہ بدکار تھیں۔

۶۔ فرشتے کے صرف اتنا کہنے پر کہ تیرے رب نے کہا ہے کہ اس طرح پیدا کرنا اس کے لئے آسان بھی ہے اور رب نے اسے لوگوں کے لئے بطور نشانی اور رحمت پیدا کرنا ہے۔

۷۔ پس یہ کہتے ہی وہ حاملہ ہو گئیں۔

۸۔ اب پھر ایک دور کے مقام کی طرف نقل مکانی کی۔

۹۔ اور درد زہ کی وجہ سے وہ کھجور کے تنے کی طرف آئیں اور شرم کے مارے کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی۔

۱۰۔ اس شرم کے اظہار پر کسی نے نیچے کی طرف سے پکارا کہ تیرے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

۱۱۔ سب سے غیر معجزاتی اور عجائبات میں سے یہ بات اب آتی ہے کہ نو ماہ کی حاملہ عورت سے جو درد زہ سے تڑپ رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تا کہ تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں۔

۱۲۔ لب لباب یہ ہے کہ کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو اور اگر کسی آدمی کو دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے رحمان کے لئے روزہ رکھا ہے۔ اس لئے آج میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔

آیئے اب اس ترجمہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

ا۔ مشرق کی طرف نقل مکانی:

اس کے متعلق عجیب عجیب کہانیاں ہیں مثلاً غسل حیض کرنے کے لئے ، یہی پہلا حیض تھا، تیرہ برس یا پندرہ برس عمر تھی، شرم سے کنارے ہوئیں وہ مکان مشرق کو تھا جہاں اب نصاریٰ قبلہ کرتے ہیں۔ کسی نے کہا وہ یروشلم میں رہتی تھیں اور جب ناصرہ گئیں تو ان کے جانے کو مشرق کی طرف جانے سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ناصرہ یروشلم کے مشرق میں ہے۔

یہ تو تھے مختلف علما کے مختلف خیالات۔ پہلی تشریح تو اتنی لغو ہے کہ اس پر کچھ کہنا بے ہودگی ہوگی۔ قرآن میں حیض، حمل اور درد زہ کی باتیں باللعجب۔ البتہ دوسری تشریح کرنے والے نے یہ تک نہ سوچا کہ ناصرہ مشرق میں نہیں بلکہ یروشل کے شمال میں ہے۔ غور کیجئے لفظ "مکاناً شرقیاً" استعمال ہوا ہے۔

یہاں مکان بمعنی کوئی جگہ جہاں رہائش رکھی جائے نہیں بلکہ کیفیت کا اظہار ہے۔ جیسے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۰ میں "أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا" یہ لوگ اپنی جگہ بڑے شری ہیں۔ شرقیاً کا مادہ "ش ر ق " ہے جس کا معنی ہے نور یا روشنی کا طلوع ہونا۔ سیدہ مریم ایسی کیفیت یعنی نور کی کیفیت سے بہرور ہونے کے لئے اپنے لوگوں سے حجاب میں چلی گئیں.

۲۔ فرشتہ کا آنا:

اس مقام پر ایک فرشتہ آتا ہے جو انسانی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ تصور ہی قرآن کے خلاف ہے ، پورے قرآن میں کسی ایسی مخلوق کا ذکر نہیں جو مافوق البشری اور مافوق الفطری دیو مالائی مخلوق ہو۔ یہاں جس "روحنا" کی بات ہوئی ہے وہ احکامات الٰہی پر عمل پیرا ایک انسان کی بات ہے جو "فتمثل لها بشرا سویا" جو مریم کو ایک ایسا شخص محسوس ہوا جو مثالی بشر تھا۔ یعنی انہوں نے اس میں رحمانیت کی تعلیم کا اثر دیکھا۔ اسی لئے انہوں نے اس شخص سے کہا کہ اگرچہ کہ تو پرہیز گار ہے میں رحمان کی پناہ میں ہوں۔

دوسری اہم بات کہ "بشر" کے معنی جب آدمی کے کئے جاتے ہیں تو "ولم یمسسنی بشرا" کے معنی ہونگے مجھے کسی آدمی نے نہیں چھوا۔ لیکن جب "بشرٌ" کو مصدر لیا جائے یعنی "بشر، یبشر، بشرا" تو بشریت کے تمام خیالات تعلیمات مراسم رواج اور نظریات آجائیں گے۔ اور "ولم یمسسنی بشرا" کا ترجمہ ہوگا کہ "مجھے کسی انسان کے نظریات نے نہیں چھوا" تو تصور ہی کچھ اور ہوگا۔

یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ اعوذ باللہ کیوں نہیں کہا گیا۔ اعوذ بالرحمٰن کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ رب کی رحمانیت کے نور سے بہرور ہونے کے لئے مکاناً شرقیاً کی کیفیت میں گئیں تھیں۔

ان کے استفسار پر رسول یعنی پیغام پہنچانے والے نے جو کہ ان کے مربی کا بھیجا ہوا تھا نے بتایا کہ۔ انما انا رسل ربک میں تو صرف تیرے رب کا رسول ہوں انما 'صرف' کا حصر بتا رہا ہے کہ اس شخص کا کام صرف پہنچانا تھا۔ اس نے کیا پہنچایا اسی آیت کے اگلے حصہ میں بتا دیا۔ لاھب لک

غلاما زکیا تاکہ میں ایک مزکیٰ غلام تیرے حوالے کروں اب صرف اتنی بات باقی رہ جاتی ہے کہ اس غلام کی عمر کیا تھی۔

اگر تو یہ بات ہو رہی ہے سیدنا مسیح کی پیدائش سے پہلے کی اور دنیا میں جو بھی ہو رہا ہے وہ ایک پیشگی پروگرام کے تحت ہو رہا ہے تو ہم سے کس بات کا مطالبہ ؟ جو اللہ چاہ رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔

دوسری بات غلاما کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ کسی "طفل" یعنی بچے یا "ابن" یعنی بیٹے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بات ہو رہی ہے ایک نوجوان کی۔ تیسری بات یہ نوجوان علمی، عقلی اور نظریاتی لحاظ سے ایسی پختگی کو پہنچ چکا تھا کہ اس غلام کو "زکیا" انتہائی عقل مند، ہنر مند پاکیزہ فہم و فراست سے بھرپور کہا گیا ہے۔

لفظ "زکیا" کا مادہ" زک و" جس کے معنی میں ہر اچھائی کا ہونا پایا جاتا ہے۔یعنی سیدہ مریم کے حوالے ایک ایسا نوجوان شخص دیا گیا جو ہر اچھائی سے مزین تھا۔ جس پر سیدہ مریم نے کہا میرے لئے کیونکر ایک نوجوان ہو سکتا ہے جبکہ مجھے کسی بشری خیالات، نظریات و تعلیمات نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں نے مروجہ نظام کے خلاف بغاوت کی ہے۔

اس آیت میں دو الفاظ قابل غور ہیں انی یکون لی لفظ "انی" ظرف ہے جس کے معنی کیونکر ، کس لئے وغیرہ ہوتے ہیں۔ دوسرا لفظ ہے "لی" اس کا ترجمہ میرے لئے ہے۔ اگر اس کا ترجمہ میرے ہاں کیا جائے تو لا محالہ پیدا ہونے کا تصور خود بخود آ جاتا ہے۔ "لی" کے معنی میرے ہاں نہیں بلکہ میرے لئے کئے جائیں تو سوال کا جواب بھی بدل جائے گا۔ یعنی میرے لئے کیونکر ایک نوجوان ہو سکتا ہے ؟ کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ لڑکے کو تمہاری ضرورت ہے یا تم کو اس لڑکے کی ضرورت ہے یا بھیجنے والے نے کسی ضرورت کے تحت بھیجا ہے۔ ظاہر ہے مریم کو لڑکے کی ضرورت نہ تھی ورنہ وہ سوال نہ کرتیں کہ میرے لئے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے۔

لڑکے اور بھیجنے والے کے متعلق اگلی آیت میں بتایا گیا کہ یہ تیرے لئے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تیرے رب نے اس کو نرم مزاج پایا ہے اس لئے اس کو انسانوں کے لئے ایک آیت یعنی نمونہ بنانا چاہتے ہیں اور انسانیت کے لئے باعث رحمت بنانا چاہتے ہیں اور اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

یعنی بنیادی طور پر سیدنا مسیح انتہائی عاقل، بالغ تیز فہم انسان تھے انکو مریم کے پاس رحمت کے حوالے سے بھیجا گیا تھا جس کی دلیل پہلے بھی گزری جب کہ انہوں نے رسول سے کہا تھا کہ میں تو رحمان کی پناہ میں آگئی ہوں۔ اور آگے آیت نمبر ٢٦ میں جہاں سیدہ مریم سے کہلوایا گیا کہ "انی نذرت للرحمٰن صوماً" کہ میں نے تو رحمٰن کے لئے ایک صوم کی ذمہ داری لی ہے۔ آگے ارشاد ہوا۔

"فحملته" پس اس نے اس کی ذمہ داری اٹھائی۔ حمل کے بنیادی معنی ہیں بوجھ اٹھانا۔ اسی لئے وہ مزدور جو وزن اٹھاتا ہے "حمال" کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ذمہ داری کو نہیں اٹھا سکتا تو کہا جاتا ہے وہ اس کا متحمل نہیں ہے۔ اگر کسی کو ذمہ داری دی جاتی ہے تو وہ اس کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

عمومی ترجمہ میں فحملته کا ترجمہ پس وہ حاملہ ہو گئی کیا گیا ہے حالانکہ تمام بحث کے بعد جس میں مریم نے واضح کر دیا تھا کہ مجھے بشری نظریات نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں نے اس معاشرے کے رسم ورواج اور قوانین کے خلاف بغاوت کی ہے تو میرے لئے کیونکر کسی نوجوان کی تربیت کی ذمہ داری ہو سکتی ہے۔ جس پر بتایا گیا کہ وہ ایک سمجھ دار عاقل تیز فہم نوجوان ہے اسے رب کی رحمت کے حوالے سے تربیت دینی ہے اور کیونکہ وہ خود بھی رحمان کے تعوذ میں تھیں اس لئے ان سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے۔ تو انہوں نے اس نوجوان کی تربیت کی ذمی داری اٹھائی۔ اور وہ مسیح کو لیکر فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا "پس انہوں نے اس کے ساتھ قصیا کی کیفیت اختیار کی"۔ لفظ قصیا کا بنیادی مادہ "ق ص و" ہے جس کا مطلب ہے لا محدود، دور۔

احکامات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں جو محدود کرتے ہیں اور دوسرے وہ احکامات جو لا محدود ہوتے ہیں۔ قرآن نے محدود کرنے والے احکامات کو حرام کہا ہے اور جائز قرار

دینے والے احکامات کو حلال کہا ہے۔ سورۃ مائدہ میں حرام کرنے والے احکامات دینے کے بعد تمام احکامات کو حلال قرار دیا ہے۔

"یسئلونک ماذا احل لھم" وہ پوچھیں گے کہ ان کے لئے کیا حلال ہے "قل احل لھم الطیبات" آپ اعلان کر دیں ہر موزوں چیز جائز ہے۔یعنی حرام کا دائرہ بتا دینے کے بعد بقیہ تمام حلال ہے۔یعنی لا محدود اشیاء حلال ہیں جبکہ حرام کا دائرہ محدود ہے اور یہی مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی ہجرت ہے۔

سب سے پہلے جو تربیت و تعلیم دی جائیگی وہ ان اشیاء اور احکامات کی ہو گی جن سے منع کیا جائے یا روکا جائے اس کے بعد دنیا وسیع ہے ہر چیز جائز ہے۔ انسان محرمات سے رک جائے باقی جو مرضی آئے کرے سیدہ مریم کے پاس سیدنا مسیح کو جب لایا گیا تو انہوں نے "اللہ کی رحمت کی وسعت کی تعلیم دی" اللہ واسع ذوالرحمتہ " اللہ بڑی وسعت والا رحمت والا ہے۔ آگے ارشاد ہوا۔

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا

پس غور وخوص ان کو سچائی کی طاقت کی طرف لایا تو انہوں نے کہا اے میری کمی (کمزوری) میں تو اس سے پہلے مردہ تھی اور غیر معروف تھی۔

مخاض کا لفظ جس کا مادہ ہے " خ و ض" اردو میں بھی سوچ و بچار کے لئے غور وخوض کا لفظ مستعمل ہے۔ جذع کا مادہ "ج ذ ع" جس کے معنی ہیں طاقت قوت اور درخت کے تنے کو جذع اس لئے کہا جاتا ہے کہ درخت کا سب سے مضبوط حصہ اس کا تنا ہوتا ہے۔ نخل کا مادہ "ن خ ل" ہے جسکے معنی ہیں سچائی کے۔

پس جب مریم نے غور وخوض کیا تو سچائی کی طاقت کو محسوس کیا اور یہ بھی محسوس کیا کہ اس سے پہلے کی زندگی کے مقابلے میں کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ جس پر سیدنا مسیح کا قول نقل کیا ہے۔

فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا

پس سیدہ مریم کی ماتحتی سے اس نے پکارا کہ تو ملال نہ کر تیری ماتحتی میں ایک سردار مقرر کیا ہے۔

تحتھا کا ترجمہ بھی بڑا مضحکہ خیز کیا جاتا ہے، کہ جب دردزہ میں سیدہ مریم کھجور کے تنے کو ہلا رہی تھیں تو اس کھجور کے درخت کے نیچے ایک نہر بہہ رہی تھی جہاں سے کسی نے آواز دی۔ یا للعجب ۔۔۔۔۔ اور اس وقت بجائے کسی معجزہ ہونے کے ایک نوماہ کی حاملہ دردزہ سے تڑپتی ہوئی عورت سے کہا جارہا ہے کہ کھجور کے درخت کے تنے کو ہلاؤ تاکہ پکی کھجوریں گریں۔۔۔۔! اسلاف نے شائد کھجور کے درخت کا تنا کبھی دیکھا ہی نہیں اور انہیں معلوم ہی نہیں کہ کھجور کے درخت سے پکی کھجوریں کسی طرح اتاری جاتی ہیں۔۔۔۔۔ خدارا عقل استعمال کیجئے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

سچائی کی طاقت سے اپنے لئے فرحت و شادابی حاصل کر تجھ پر چنی ہوئی خوشحالیوں کی بارش ہو گی۔

رطبا کا مادہ ہے "ر ط ب" جس کا معنی ہوتا ہے تازگی، خوشحالی ہوتے ہیں۔ اردو میں بھی رطب و یابس کا مرکب استعمال ہوتا ہے۔ یابس ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مرور زمانہ سے بے کار ہو جائے اور اس کا متضاد رطب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مرور زمانہ سے خراب نہ ہو۔ جنیا کا مادہ "ج ن ی" ہے جس کے معنی ہیں چنی ہوئی۔ یعنی جس وقت سیدہ مریم نے غور و خوض کے بعد محسوس کیا کہ اس سے پہلے تو وہ غیر معروف رہیں تو ان کی ماتحتی میں جس سردار کو تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا اس نے کہا کہ تجھے ملال کرنے کی کیا ضرورت کہ اب تو تیری ماتحتی میں ایک سردار کی تربیت ہو رہی ہے۔ تو شاداں و فرحاں رہ تیرے اوپر تو چنی ہوئی رحمتوں کی بارش ہونے والی ہے۔ مزید کہا گیا۔

فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا

پس تو کھا اور پی (احکامات الٰہی کا حصول اور ان پر عمل پیرا رہ) اور مطمئن رہ پس اگر کسی بشریت کے رسم و رواج، تعلیمات یا نظریات کو دیکھے تو اعلان کرنا کہ میں تو رحمٰن کے لئے ایک صوم کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔اس لئے میں کوئی ایسا کلام نہیں کرونگی جسکی نسبت انسان سے ہو۔

اس آیت میں پھر لفظ بشر آیا ہے جو مصدر ہے اور معرف باللام ہونے کی وجہ سے وہی تعلیمات اور نظریات ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ لفظ صوم اس جگہ خود وضاحت کر رہا ہے کہ سیدہ مریم کا صوم کیا تھا۔

۱۔ سیدہ مریم نے پوری زندگی میں "صوما" ایک صوم کی ذمہ داری اٹھائی۔

۲۔ صوم کی ذمہ داری رحمٰن کے لئے اٹھائی گئی۔ خود دیکھ لیجئے کہ مریم نے رحمٰن کے لئے کس صوم کی ذمہ داری اٹھائی۔یقیناً یہ صوم وہ تربیت تھی جو سیدنا مسیح کو رحمانیت کے حوالے سے دی گئی۔

۳۔ مرکب انسیا "انس + ی ہے۔جس طرح انسانی اصلاً انسان + ی سے بنا ہے یعنی انسان سے متعلق، انسان کا وغیرہ وغیرہ۔ اسی کو یائے نسبت بھی کہتے ہیں، لفظ انسیا میں انسٌ + ی یعنی انسان کی۔

چناچہ انسان کی تعلیمات ہوں یا اس کے نظریات سیدہ مریم کو حکم تھا کہ وہ کسی بھی انسان کی تعلیمات یا نظریات کو زیر بحث نہیں لائیں گی۔